# History of Persian literature in Iran

Semester 6th

**دوره مشروطیت**

**ڈاکٹر شاهده عالم**

# ایرانی ادب

ڈاکٹر ظہورالدّین احمد

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ، اسلام آباد
۱۳۷۵ش

# بخش نهم :

## دورۂ مشروطیت

### شاعری

ناصر الدّین شاہ اور مظفر الدّین شاہ ( ۱۸۹۶- ۱۹۰۶ ھ ) کے دور حکومت میں ایرانیوں میں نئے سیاسی افکار اور وطنی اور قومی جذبات پرورش پا رہے تھے۔ اس زمانے میں اخبار و رسائل جاری ہوئے ۔ نئی طرز کے مدرسے ہر جگہ قائم کئے گئے۔ ترکی اور مغربی ممالک میں آمد و رفت شروع ہوئی۔ روس اور جاپان کی جنگ میں جاپانیوں کی فتوحات سے لوگوں میں غرور ملّی اور وطنی وقار کا خیال پیدا ہوا۔ اور یورپ میں نئے علوم و فنون کو دیکھ کر لوگوں میں حیرت و تعجب کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ مستبد حکومت سے تنگ آگئے تھے اور دوسرے ممالک کی انصاف اور قانون پر مبنی حکومتوں کے ساتھ اپنی حالت کا مقابلہ کرتے تھے۔ تہران ،تبریز ، اصفہان ، مشہد اور دوسرے شہروں میں ہفت روزہ اور ماہنامہ رسائل جاری ہوئے ۔ اسلامبول ، مصر اور ہندوستان سے بھی تربیت ، اطلاع ، حبل المتین ، پرورش اور ثریا کے نام سے رسائل جاری ہوئے۔ ان میں وطن پرستی ، مفاخر تاریخی ، اتحاد دول اسلامی اور یورپی و مغربی علوم و فنون کی تحسین کے موضوعات پر نظمیں اور قصیدے شایع ہوتے تھے۔ اس زمانے میں بھی بادشاہ، وزیراعظم ، امرائے سلطنت اور شہزادے شعراء کی قدر و تربیت کرتے تھے ۔

۱۹۰۶میں مشروطیت کے نفاذ سے استبداد کا دور ختم ہوا ۔ مجلس ، دفاتر اور وزارتیں بنیں، اخبار و رسائل جاری ہوئے ۔ فرانسیسی ، انگریزی اور عربی جدید کی کتابیں اور ان کے ترجمے عام ہوئے ۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم واقع ہوئی جس کی وجہ سے سارا جہان متأثر ہوا ۔ ایران کا شاہ جو آئے دن یورپ کی سیاحت کو جاتا ۔ حکومت نائب السلطنة یا وزیراعظم کے ہاتھ میں ہوتی ۔ مرکزی حکومت کمزور ہوئی تو قبائل کے سرداروں نے اطراف سے بغاوتیں کردیں۔ سیاسی پارٹیوں میں عجیب کشمکش ہوئی۔ اختلاف آراء سے سارا نظام مضمحل رہا ۔ اس دور میں شعر و سخن کا موضوع حکومت اور اس کے محکموں پر تنقید رہا ۔ اجتماعی بدحالی کی اصلاح کے لئے فکرمندی ، عورتوں کی افسوسناک پستی پر اظہار ، اور آزادی و مشروطیت کے قیام کیلئے جد و جہد جیسے موضوعات پر اکثر نظمیں لکھی گیئں۔ اس زمانے میں ابوالقاسم خان نائب السلطنت اور علی قلی خان ، سردار اسعد خان بختیاری کی تشویق سے



علم و فضل کی قدر و منزلت ہوتی رہی۔ حسن وثوق کے عہد میں جو دو سال تک ایران کے خود مختار حاکم رہے ، جرمنی کو شکست رہی۔ روس میں انقلاب برپا ہوا۔ جنگ عظیم کے اختتام پر اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔ وثوق اور ان کے وزیر تعلیم احمد نصیر الدولہ خود بھی شاعر اور فاضل تھے ۔ ان کے اشعار بھی رسائل وحید میں چھپتے تھے۔ اور ان کے زیر اثر شعر و سخن کی طرف توجہ ہوتی رہی۔

### ڈراما

بیسویں صدی کے آغاز میں وطن پرستوں اور آزادی خواہوں نے تھیٹر کو تبلیغی مقاصد کے لئے ایک اہم وسیلہ سمجھا ۔ مگر ان کے سامنے سرمایہ کی کمی کے علاوہ اور بہت سی رکاوٹیں تھیں ۔ ایکٹروں کو رذیل اور ادنی سمجھا جاتا تھا ۔ اس پر رسوائی ، ملا کی تکفیر اور حکومت کی شمشیر بھی ہر دم سر پر رہتی۔ لیکن بعض با ہمت اشخاص نے ایک منظم کوشش کے تحت ڈرامہ شروع کیا اور شرکت فرہنگ کے نام سے ایک عمارت بھی بنائی جس میں کافی دیر تک مدرسة المعلمین قائم رہا ۔ کچھ عرصہ بعد تیاتر ملی کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم ہوا جس کے صدر عبدالکریم محقق الدولہ تھے ۔ انہوں نے کورش کبیر اور جمشید کے تاریخی ڈرامے پیش کیے اور حاصل شدہ آمدن کو امور خیریہ میں صرف کیا ۔ یہ ڈرامے بہت مقبول ہوئے ۔

۱۹۱۶ء میں سیّد علی نصر کی ادارت میں «کمدی ایران» کے نام سے ایک اور کمپنی تشکیل ہوئی ۔ علی نصر اور ان کے دیگر شرکائے کار یورپی تھیٹر سے واقف تھے ۔ انہوں نے اپنے مصنفہ یا مترجمہ ڈراموں کو حسین انداز میں پیش کیا ۔ صحیح معنوں میں یہی لوگ ایرانی تھیٹر کے بانی ہیں جنھوں نے لوگوں میں ڈرامے کا شوق پیدا کیا ۔ اسی کمپنی کی حوصلہ افزائی پر باقر آف تاجر نے خیابان لالہ زار میں ایک عالی شان تھیٹر بنایا ۔ اس تھیٹر کی سٹیج پر یہودی ، ارمنی اور ترک عورتوں نے زنانہ کردار ادا کیے ۔ جنگ عظیم(۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) کے بعد روسی اور قفقازی ایکٹر بھی ایران آئے ۔ چونکہ وہ فن سے واقف تھے ، انہوں نے آہستہ آہستہ فارسی لہجہ بھی اپنا لیا اور ساتھ ساتھ اپنے دلربا رقص و سرود سے حاضرین کو محظوظ کیا ۔ ۱۹۱۹ء میں پری خانم آقا بابیف روس سے رقص و موسیقی کی تعلیم حاصل کرکے ایران میں آئی ۔ اس کی شخصیت سے تھیٹر کو بہت فروغ ہوا ۔ رضا شہرزاد کا ڈرامہ پری چہرہ و پری زاد کھیلا گیا جو بہت مقبول ہوا ۔ مادام بابیف نے مجتبی طباطبائی کی اعانت سے تیاتر الهه سٹیج کیا جو تقریباً چالیس مرتبہ بار بار سٹیج ہوا ۔ اس مختصر دور میں ارمنیوں کی کوششیں بھی قابل قدر ہیں ۔ اس زمانے میں ڈاکٹر ریاضی دانہ ، دیوانہ مزاحم اور

«جعفر خان از فرنگ آمدہ» جیسے مشہور ڈرامے سٹیج ہوئے ۔

---

## ناول نویسی

تنقیدی ناولوں کی ابتدا سفر ناموں سے ہوتی ہے ۔ «سیاحت نامہ ابراہیم بیگ» اور «مسالک المحسنین» دو ایسی کتابیں ہیں جنھوں نے ایرانی ذہن کی بیداری میں بڑا حصّہ لیا ۔ سیاحت نامہ ابراہیم بیگ بڑا مقبول ہوا ۔ اس کے مصنف حاجی زین العابدین مراغہ‌ای تھے جو اسلامبول میں رہتے تھے ۔ اور روزنامہ اختر کے نامہ نگار بھی تھے ۔ یہ کتاب تین حصّوں میں منقسم ہے ۔

پہلے حصے میں حیات ابراہیم کے واقعات کا ذکر ہے ۔ دوسرے میں سفر کے حالات مندرج ہیں اور تیسرے میں ایک ایرانی دانشمند کے بیانات شامل ہیں ۔

یہ کتاب ایک دردمند وطن پرست کی پکار ہے ۔ اس کا دل ایرانیوں کی زبوں حالی اور پسماندگی پر جلتا ہے اس نے حکام کے استبداد ، علماء کی بے راہ روی اور عوام کی بے علمی اور توہم پرستی پر سخت تنقید کرکے ان میں جذبہ بیداری اور اصلاح پیدا کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے ۔ اس کتاب کا طرز بیان سادہ اور عام فہم ہے ۔ پرانے مروجہ تصنع و تکلف سے خالی ہے ۔ جا بجا تقریریں بھی شامل ہیں اور کہیں کہیں نامانوس الفاظ و مرکبات بھی ملتے ہیں ۔

دوسری کتاب مسالک المحسنین کے مصنف عبدالرحیم طالبوف ہیں ۔ یہ کتاب ۱۳۲۳ھ قاہرہ میں چھپی تھی ۔ یہ سیاحت نامہ خیالی اور علمی ہے ۔ محسن بن عبداللہ ایک شخص اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جن میں انجینئر اور ڈاکٹر بھی شامل ہیں کوہ دماوند پر جاتے ہیں اور وہاں سے نئی معلومات اور انکشافات حاصل کرکے تین مہینوں میں اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں ۔ اس کتاب میں علمی باتوں کے علاوہ ضمناً مختلف طبقات کے آداب و رسوم کا تذکرہ ہے ۔ لیکن قصہ کہانی کا انداز بھی قائم رکھا ہے ۔ اس لئے اس کتاب کا ادبی مقام بھی بلند ہے ۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے ۔ کہیں کہیں صرفی و نحوی غلطیاں ہیں اور ترکی اصطلاحات کا استعمال بھی عام ہے ۔

حاجی بابا اصفہانی اگرچہ موریہ کے انگریزی ناول کا ترجمہ ہے لیکن زبان و بیان کے اعتبار سے ترجمہ پر اصل کا گمان ہوتا ہے ۔ یہ ناول ایران کے نظم و نسق اور ایرانیوں کی اخلاقی زندگی پر بہت بڑی طنز و تنقید ہے ۔ ایرانیوں کی ذہنی بیداری میں حاجی بابا اور سیاحت نامہ ابراہیم بیگ دونوں کتابوں کا اہم حصّہ ہے ۔ متأخر افسانہ نگاروں اور ناول نویسوں نے دونوں کتابوں کی تقلید میں سماج پر تنقید کی ہے ۔



سب سے اچھا سماجی ناول جس کو بڑی شہرت حاصل ہوتی ہے ۔ مشفق کاظمی کا «تہران مخوف» ہے جو پانچ جلدوں میں شائع ہوا اور بڑا مقبول ہوا ۔ اس ناول میں نچلے طبقوں پر حکام کا ظلم و ستم اور ماحول کی خرابی اور فساد کا بیان ہے ۔ زبان سادہ ہے اور کہانی بڑی دلچسپ ہے ۔ اس مصنف کے اور ناولٹ یا طویل افسانے «گل پژمردہ» اور «رشک پر بہا» بھی شایع ہوئے مگر ان کو تہران مخوف جیسی شہرت حاصل نہ ہوتی ۔

عباس خلیلی کے تین چار ناول بنام «روزگار سیاہ» «انتقام» "انسان" اور "اسرار شب" بھی اچھے خاصے مقبول ہوئے ہیں ۔ ان میں عورتوں کی زبوں حالی کے متعلق واقعات اور حوادث بیان کئے گئے ہیں ۔ ربیع انصاری کے ناول "خیانت بستر" اور "سیزدہ عید" ہیں ۔ جہانگیر جلیلی کے تین ناول «من هم گریه کرده ام» ، «از دفتر خاطرات» اور «کاروان عشق» بھی اجتماعی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں ۔

موجودہ دور میں سماجی ناول لکھنے والوں میں سے دو مصنفوں کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ، ایک میر محمّد حجازی اور دوسرے محمّد مسعود دہاتی ۔

محمّد حجازی نے ۱۳۴۷ھ۔ش میں «ھما» اور ایک سال بعد «پریچہر» کے نام سے ناول لکھے ۔ ان دونوں ناولوں کے اشخاص قصبہ اور شہری متوسط طبقہ کے افراد ہیں ۔ دونوں میں مصنف کا مقصد حقوق نسواں کی حمایت اور تجدد کی تبلیغ ہے ۔ اس نے ھما کو ایک خوش اخلاق اور متوسط درجہ کے خاندان کیلئے مفید اور سلیقہ مند لڑکی پیش کیا ہے ۔ لیکن «پریچہر» بالکل اس کے متضاد ایک ہوسباز اور شہوت پرست عورت ہے ۔ اگرچہ یہ ناول جدید فن نگارش کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں لیکن بعض کردار طبقی اور واقعی معلوم نہیں ہوتے ۔ کہانی ایک قصّہ معلوم ہوتی ہے ۔ حجازی نے تیسرا ناول «زیبا» کے نام سے لکھا ہے ، جو دو جلدوں میں چھپ چکا ہے ۔ اس ناول میں ان شہر نشین اشخاص کا ذکر ہے جو برے نظام اور مفسد سماج میں بری زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں ۔ اس ناول میں زیادہ حقیقت اور واقعیت ہے ۔ اس کے پہلے دو ناولوں سے یہ زیادہ مقبول ہوا ۔ اس میں بھی عورت کے مکر و خباثت کو بد نما رنگ میں پیش کیا گیا ہے ۔ اور اجتماعی ماحول ، حکومت اور اس کے اداروں میں نظم و نسق کی خرابیوں کا ذکر کیا ہے ۔

دوسرے ناول نگار جنھوں نے سماج پر تنقید کی ہے ۔ محمّد مسعود دہاتی ہیں ۔ ان کے ناول «تفریحات شب» ، «در تلاش معاش» اور «اشرف المخلوقات» اچھے خاصے مقبول ہوئے ۔ ان ناولوں کے اشخاص شہری طبقہ کے لوگ ہیں ۔ خاص طور پر ان اشخاص کا ذکر ہے جو دن کو دفتروں اور کارخانوں میں کام کرتے ہیں اور رات کو عیاشی

اور آوارہ گردی میں گزارتے ہیں ۔ مصنف کا خیال ہے کہ یہ لوگ خود قصوروار اور تباہ کار نہیں بلکہ غلط عادتوں اور جاہلانہ تعلیم کی وجہ سے یا اقتصادی بدحالی اور مفسد ماحول کی وجہ سے وہ ایسی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ۔ ان ناولوں میں تجدد و تعلیم پر زور دیا ہے اور مروجہ روایتی تعلیم و تدریس پر اعتراضات کئے ہیں کیونکہ رائج تعلیم مسائل زندگی کو حل نہیں کرتی ۔ مصنف کے اسلوب بیان میں عامیانہ محاورہ اور اخباری زبان کا استعمال عام ہے ۔ اس مصنف کے آخری دو ناول «گلہای کہ در جہنم می رویند » اور « بہشت آرزو » شایع ہوئے ہیں ۔

سماجی ناول نگاروں میں جواد فاضل کا نام سر زبان ہے ۔ انہوں نے دو دو ڈھائی سو صفحوں کے کم و بیش پچاس ناول لکھے ہوں گے ۔ ان کا عام موضوع جوان مرد اور عورتوں کی بے راہ روی ، ازدواجی خرابیاں اور اجتماعی مفسدات ہیں ۔ یہ ناول خاصے مقبول اور دلچسپ ہیں ۔

۱۹۶۱ ء میں محمّد علی افغانی کے ناول « شوہر آہو خانم» کو بہت شہرت حاصل ہوئی ۔ اس میں حرفہ و صنعت سے وابستہ خاندان کی زندگی اور احوال و کوائف کی بھرپور ترجمانی ہوئی ہے ۔

## تاریخی ناول

ایران میں نقالوں کی زبانی قصے بیان کرنے کا رواج تھا ۔ اس میں بہادری کی داستانیں بیان ہوتی تھیں ۔ زبان بھی دلکش ہوتی تھی ۔ لوگ دلچسپی سے سنتے تھے لیکن ادبیات میں ان قصوں کا شمار نہیں ہوتا تھا ۔ یہ بھی ایک طرح کے ناول ہیں ، ان میں رستم نامہ ، اسکندر نامہ ، داراب نامہ ، سمک عیار حسین کرد وغیرہ معروف ہیں ۔

ایران میں تاریخی ناولوں کا رواج ترجموں سے شروع ہوا ۔ الیگزنڈر ڈوما اور جرجی زیدان کے ناول ایران میں بہت مقبول ہوئے ۔ انھی ناولوں سے متاثر ہو کر ایرانیوں نے خود اپنے ملک کی تاریخ سے واقعات کو منتخب کرکے ان کو قصے کی صورت میں لکھنا شروع کیا ۔ تاریخی ناول نگاروں میں محمّد باقر خسروی ، شیخ موسی نثری ، حسن خان بدیعی، صنعتی زادہ کرمانی کےنام نمایاں ہیں ۔ان کے ناول ۱۹۰۹ اور ۱۹۲۱ کے درمیان شائع ہوئے :

## تاریخی ناول نگار

### محمّد باقر خسروی

پہلا تاریخی ناول شمس و طغرا کرمانشاہ میں ۱۹۰۹ ء میں شائع ہوا ۔ ماری وینسی ' طغرل و ہمای ۱۹۱۰ ء میں شائع ہوئے ۔ یہ تینوں الگ الگ کہانیاں ہیں لیکن ان کے



اشخاص مشترک ہیں ۔

شمس آل بویہ کا شہزادہ ہے جو منگول حکمران کی بیٹی کے عشق میں گرفتار ہوگیا اس کی شادی میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کےلئے شمس نے جرأت سے مقابلہ کیا ۔ بڑے بڑے حوادث سے دوچار ہوا ۔ تاریخی لحاظ سے اس ناول کو بہت اہمیت حاصل ہے مصنف نے مستند کتابوں سے معاصر کوائف جمع کئے ہیں اور کتابوں کی فہرست بھی درج کی ہے ۔ اس ناول میں اس زمانے کے شادی بیاہ اور ماتم کے رسوم ، سفر ، شکار ، تاریخی مقامات ، قبائل کے سرداروں ، پہلوانوں اور نقالوں کے حالات بیان کئے ہیں ۔ اس نے تعدد ازدواج اور عورت کی غلامی کے خلاف ہجو و طعن سے کام لیا ہے ۔ اسی نے حکومت کے مستبدانہ نظام اور جاگیرداروں کے ظلم و ستم کی زبردست مذمت کی ہے ۔ خسروی نے عوام کی زندگی کی عکاسی کرنے میں اچھی مہارت کا ثبوت دیا ہے ۔ محمّد علی جمالزادہ نے اس ناول کی بہت تعریف کی ہے اور اسے ادبیاتِ جدید میں مغربی زبانوں میں ترجمہ کے لئے ایک مثالی نمونہ قرار ہے ۔

### شیخ موسی نثری

موسی نثری نے قدیم تاریخ سے متعلق تین ناول لکھے :

۱- عشق و سلطنت یا فتوحات کورش کبیر ۔

۲- ستارہ لیدی ۔

۳- سرگذشت شاہزادہ قاسم بابلی ۔

عشق و سلطنت ۱۹۱۹ ء میں ہمدان میں شائع ہوا ۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ، اس میں کورش کبیر کی ابتدائی زندگی سے فتح ہمدان تک کے واقعات کا ذکر ہے ۔ قدیم ایرانی ناموں کو اصلی تلفظ میں نہیں لکھا بلکہ فرانسیسی تلفظ کی مدد سے فارسی میں منتقل کیا ہے ۔ ناول میں واقعات کے تاریخی، آثارِ قدیمہ اور اساطیر کہن کے متعلق حواشی بھی دیئے گئے ہیں ۔

ستارہ لیدی ۲۵-۱۹۲۴ ء میں شائع ہوا ۔ اس میں کروئسوس کے خلاف کورش کبیر کی مہمات ، ساردیس کی فتح اور لیدیا کو ایرانی سلطنت میں شمولیت کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ۔

سرگذشت شاہزادہ بابلی ۲-۱۹۳۱ ء میں کرمانشاہ میں شائع ہوا ۔ اس ناول میں میدیا کے شاہزادہ ہرمزان اور بیبی لون کی شہزادی ایری دہس کے معاشقہ کی داستان بیان کی گئی ہے ۔ آخری دو ناولوں کی کہانی محکم اور دلچسپ ہے ۔ اسلوب بیان بھی مستقیم اور دلکش ہے ۔ مکالمات بہت کم ہیں ۔ سب کردار ایک طرح کی زبان استعمال کرتے ہیں ۔

## حسن بدیع نصرۃ الوزراء

« داستان باستان » کے نام سے اس کا تاریخی ناول تہران میں ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ اس نے دیباچے میں دعوی کیا ہے کہ یہ پہلا تاریخی ناول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس ناول میں بیژن و منیژہ کی عشقیہ داستان کے پس منظر میں ایران کی قدیم تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ہخامنشیوں کی حکومت کے آغاز سے کورش کبیر کے ہاتھوں میدیا اور سیجاروں پر تصرف تک کے واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ تفصیلات شاھنامہ فردوسی میں مندرج تاریخی اور اساطیری اطلاعات پر مبنی ہیں۔ حسن نے تاریخی مقامات، آثارِ قدیمہ اور بیبی لون کی سنگ تراشی و نقاشی کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ کہیں کہیں واقعات کی غلطیاں ہیں، لیکن واقعات کا تسلسل اور پلاٹ کا خاکہ کہانی کی دلچسپی کو قائم رکھتا ہے۔ حسن نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ناول کے کردار اپنی شخصیت اور علمی سطح کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ عام آدمی اپنی زبان میں بات کرتا ہے اور شہزادہ اپنے درباری لہجے میں۔

## صنعتی زادہ کرمانی

صنعتی زادہ کے والد حاجی علی الہ شاہی استبداد سے تنگ آ کر ۱۹۰۱ء میں کرمان سے قسطنطنیہ چلے گئے وہاں سیّد جمال الدّین اسد آبادی سے دوستی ہوگئی۔ انہوں نے علی اکبر کو انقلابی نشریات کی تقسیم کے لئے دوبارہ ایران بھیجا۔ مشروطہ خواہوں سے وابستگی رکھنے والوں کا بُرا حال تھا۔ علی اکبر کے کاروبار کا سلسلہ ٹھپ ہوگیا لیکن آخر اس نے اپنی استقامت سے حالات بہتر کر لئے۔ اس نے ہنر سکھانے کے لئے یتیم خانہ کھولا اور صنعتی زادہ نے کتاب فروشی کی دکان کھولی۔ دس سال تک اس کی دکان چلتی رہی اور اس کی دکان شہر کے روشن فکروں کا مرکز بنی رہی۔ بعد میں صنعتی زادہ تہران چلے گئے اور وہاں کپڑے کا کارخانہ لگایا اور شہر کے مشہور تاجر بن گئے۔

عبدالحسین صنعتی زادہ نے کافی تعداد میں تاریخی اور دوسرے موضوعات پر ناول لکھے ہیں۔ تاریخی ناولوں میں اس کا پہلا ناول ۱۹۲۱ء میں دام گستران یا انتقام خواهان مزدک کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں اس نے سلطنت ساسانی کے زوال اور عرب فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ اس نے یزدگرد سوم کے ظالمانہ رویے اور اقلیتوں کے خلاف اس کے مذہبی تعصب پر تبصرہ کیا ہے۔ اس کے درباری مزدک کے حامی تھے اور خسرو کے ہاتھوں مزدک کے قتل کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ مصنف نے زردشتی موبدوں کے متعصبانہ اخلاق کی خوب مذمت کی ہے۔



دام گستران کی دوسری جلد تہران میں ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔ براؤن نے پہلی جلد میں بعض غلطیوں کی نشاندہی کی تھی۔ اس سے متاثر ہو کر دوسرا حصہ لکھا۔

صنعتی زادہ کا دوسرا تاریخی ناول داستان مانی نقاش ہے۔ اس میں تاریخی اور غیر تاریخی مواد مخلوط ہے۔ مانی چین جاتا ہے اور نقاشی سیکھتا ہے۔ وہ ایک لڑکی زاہدہ کی محبت میں بھی گرفتار ہوتا ہے وہ ایک مرتبہ شیرببر کی گردن سے چابی حاصل کرکے ایک مندر سے خزانہ حاصل کرتا ہے۔ اور شاپور کے حوالے کرتا ہے۔ وہ اسفند یار کو شہنشاہ روم ولیرین کو قفس میں بند کرتا ہے۔ آخر مانی اور زاہدہ کی شادی ہو جاتی ہے۔ یہ ناول واقعات کے لحاظ سے دام گستران سے زیادہ متحرک ہے۔ پلاٹ بھی اچھا ہے اور غیر متوقع حوادث سے دلچسپی قائم رہتی ہے۔

صنعتی زادہ کا تیسرا ناول سلحشور ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں حکومت ساسانیاں کے آغاز اور اس کے بانی اردشیر اول کے احوال زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ پس منظر کے طور پر اردوان (۲۰۹-۲۲۶ ع) آخری پارتھین بادشاہ کے عہد حکومت کے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے۔

صنعتی زادہ کا ایک اور تاریخی ناول ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ اس کا موضوع ظالم حکمرانوں کے خلاف ایرانی ہیرو کی بغاوت ہے۔ یہ ابو مسلم خراسانی کی داستان ہے۔ جس نے بنو امیہ کے خلاف بنو عباس کی حمایت کی۔ بعد میں ہردلعزیزی و شہرت کی بناء پر وہ منصور عباسی کے ہاتھوں قتل ہو جاتا ہے۔ ناول میں ابو مسلم کو ایران اور اسلام کا ممتاز سربرآوردہ شخص پیش کیا گیا ہے۔ وہ اکثر اپنی کہانی کے پیش نظر حقیقی واقعات کو نظر انداز کر جاتا ہے۔

صنعتی زادہ نے ایک اور ناول نادر فاتح دہلی کے عنوان سے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا۔ اس کے دو اور تاریخی ناول جو شائع ہوئے ایک یزدگرد سوم کے جانشینوں کے متعلق مادر غمزدہ کے عنوان سے موجود ہے۔ دوسرا ناول مرزا محمّد علی باب اور عبدالبہا سے متعلق ہے۔

صنعتی کے غیر تاریخی ناول مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- چگونہ ممکن است متمول شد ۱۹۳۸ء

۲- رستم در قرن بیست دوم ۱۹۳۵ء

۳- عالم ابدی ۱۹۳۸ء

۴- مجمع دیوانگان ( دو جلد)

۵- فرشتۂ صلح یافتانۂ اصفہان ۱۹۰۳ء

## دوسرے تاریخی ناول نگار

### کمالی ، حیدر علی

مظالم ترکان خاتون ، افسانہ تاریخی لازیکا ۔

### خلیلی ، محمدؐ علی

دختر کورش، نگارستان خون ، بہرام گور۔

### حسین سخن یار، مسرور

داستان تاریخی محمود افغان
دہ نفر قزلباش
قوران یا سرگذشت عف علی خان زند ۔

### ابراہیم مدرسی

پنجۂ خونین ، عروس صائن ۔

### سعید نفیسی

آخرین یادگار نادر ، یزدگرد سوم ، بابك خرم دین ، دلاور آذربائیجان ۔
سرگذشت طاہر بن حسین۔

### رحیم زادہ ، صفوی

داستان شہربانو، داستان نادر شاہ ،یادداشتہای خسرو اوّل ، بیژن و منیژہ ۔

## سماجی ناول نگار (۱)

نئے ناول نگاروں میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں جن کے ناولوں میں اجتماعی مباحث شامل ہیں :

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| بہمن شعلہ ور | - | سفر شب | ۱۳۴۵ | ش |
| زکریا ہاشمی | - | طوطی | ۱۳۴۸ | " |
| سیمین دانشور | - | سووشون | ۱۳۴۸ | " |
| جمال میر صادقی | - | دراز نای شب | ۱۳۴۹ | " |
| اسماعیل فصیح | - | دل کور | ۱۳۵۳ | " |
| محمود گلابدرہ ای | - | پرگاہ | ۱۳۵۳ | " |
| احمد محمود | - | ہمسایہ ہا | ۱۳۵۳ | " |

۱- نویسندگان پیشرو ایران ، محمدؐ علی سپانلو ، تہران ۱۳۲۱ ھ ش رمان نویسی ۔



| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ہوشنگ گلشیری | - | برۂ گمشدہ راعی | ۱۳۵۶ | ش |
| احمد سکانی | - | باید زندگی کنیم | ۱۳۵۶ | " |
| شہرنوش پارسی پور | - | سگ و زمستان بلند | ۱۳۵۴ | " |
| محمود دولت آبادی | - | کلیدر | ۱۳۵۲ | " |
| اصغر الہی | - | مادام بی بی جان | ۱۳۵۷ | " |
| ناصر شاہین پر | - | سالہای اصغر | ۱۳۵۷ | " |
| ہرمز شہدادی | - | شب ہول | ۱۳۵۷ | " |

---

## اخبار نویسی

اعلان مشروطیت کے بعد یعنی ۱۹۰۶ء میں «مجلس» ، «ندای وطن» ، «حبل المتین» اور «صبح صادق» کے نام سے غیر سرکاری اخبار شایع ہونے ۔ پہلے ہفت روزہ تھے ۔ پھر روزانہ شایع ہونے لگے۔ ۱۹۰۸ء سے پہلے اخباروں کو آزادی نہیں تھی ۔ خبروں کو سنسر کرانا پڑتا تھا ۔ باہر سے آنے والے اخبار و جراید پر بھی پابندیاں ہوتی تھیں ۔ کلکتہ کے « حبل المتین» اور قاہرہ کے «ثریا » کا بڑا اثر و رسوخ تھا ۔ لوگ چوری چھپے ان کے پرجوش مضامین کو پڑھتے تھے ۔ ۱۹۱۰ء میں ان کا داخلہ ممنوع ہوا ۔ آزادی پسندوں، وطن دوستوں نے « شب نامے » نکالنے شروع کیے ۔ انہوں نے انجمن گلستان بنا کر متحدہ کوشش کی اور پریس کی آزادی کے لئے ایك بل منظور کرایا ۔ دوسرے دن ہی آزادانہ رائے کا اظہار کیا ۔ سنسر کی پابندی ختم ہوئی ۔ محمدؐ علی شاہ نے ۱۹۰۸ء میں مجلس پر بمباری کرائی ۔ اخبـــار نویسوں اور مدیروں کو گرفتار کیا «روح القدس» اور «صور اسرافیل» کے مدیروں کو قتل کرا ڈالا ۔ بعض ایڈیٹر یورپ ، مصر اور ہندوستان بھاگ گیے ۔

۱۹۰۹ء میں محمدؐ علی شاہ نے محل چھوڑ کر روسی سفارت خانے میں پناہ لی ۔ اس کے بعد احمد شاہ - نابالغ عضدالدولہ کی سرپرستی میں بادشاہ تسلیم کیا گیا ۔ نئی پارلیمنٹ بنی ۔ قومی رہنما اور اخباروں کے مدیر وطن واپس آگئے ۔ پھر اخبار جاری ہوئے ۔ سیاسی پارٹیوں نے اپنے اپنے اخبار نکالے ۔ جمہوریت پسندوں ، اعتدالیوں اور حزب اتفاق اور ترقی شرق نے « ایران نو » ، « شوری »اور « استقلال ایران » کے نام سے اخبار جاری کیے ۔ اشاعت بھی بڑھ گئی ۔ «صور اسرافیل» پانچ ہزار اور «مجلس» دس ہزار کی تعداد میں چھپتا تھا ۔

۱۹۱۱ء میں پھر مجلس توڑ دی گئی ۔ روسیوں کے ظلم و تشـــدد کی وجہ سے بہت

سے اخبارات بند ہوگئے ۔ اخباروں کے مدیر جلاوطن ہوگئے ۔ ملک الشعراء بہار مشہد سے تہران چلے آئے ۔ ان کے اخبار « نوبہار » اور « تازہ بہار » کی اشاعت بند ہوگئی ۔

۱۹۱۴ء میں جب تیسری مرتبہ پارلیمنٹ وجود میں آئی تو اخبار پھر سے جاری ہوئے ۔ «نوبہار» ، «شوری» اور «رعد» تہران سے جاری ہوئے ۔ «ستارۂ ایران» اور «بامداد روشن» دارالسلطنت کی طرف سے شایع ہوئے ۔ جنگ عظیم میں خبروں کی بڑی وقعت ہوئی ۔ آزاد اخباروں کی تنقید حکومت کو راس نہ آئی چنانچہ ۱۹۱۸ء میں ایک نیم سرکاری اخبار « ایران » کے علاوہ سب اخبارات کی اشاعت روک دی گئی ۔

دور تجدد اور آزادی خواہی میں بعض رسائل و جراید نے بھرپور حصّہ لیا ۔ ان میں سے تین خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ جنھوں نے طنزیہ اور ہزلیہ انداز میں ملک کے مفاسد کو بیان کیا اور اہل وطن کی بیداری کے لئے کوشش کی ۔

## ۱ – روزنامہ ملا نصر الدّین

اگرچہ آذربائیجانی ترکی میں شایع ہوتا تھا ۔ تبریز اور دوسرے علاقوں میں بھی پہنچتا تھا اور سمجھا جاتا تھا ۔ اس میں ہزلیہ اشعار، کہانیاں، افسانے ، خطوط ، مزاحیہ تار ، تضمینیں اور کارٹون درج ہوتے تھے ۔ نظروں سے اوجھل معاشرتی گوشوں کو اجاگر کرتے تھے ۔ ایران میں ہونے والے واقعات پر تبصرہ ہوتا تھا ۔ صابر جیسے با کمال ترکی شاعر کا کلام صفحات کی زینت بنتا تھا ۔ جو تیغ و تفنگ کا کام دیتا تھا ۔ مرزا جلیل محمّد قلی زادہ نے ۱۹۰۶ء میں تفلیس سے جاری کیا ۔

## ۲ – نسیم شمال ، اشرف

یہ چھوٹا سا مزاحیہ روزنامہ رشت سے شایع ہوتا تھا ۔ اس کے مدیر سیّد اشرف الدّین قزوینی تھے ۔ شروع سے لے کر آخر تک وہ خود اپنے اشعار درج کرتے تھے ۔ بیس سال تک یہ ہفت روزہ چار صفحوں میں شایع ہوتا رہا ۔ اور عوام کے ہاتھوں میں پہنچتا تھا ۔ لوگوں میں وسوسہ پیدا کرتا اورحکومتیں اس کی تنقید سے تنگ آ جاتیں ۔

## ۳ – صور اسرافیل

یہ ہفت روزہ میرزا جہانگیر خان اور میرزا علی اکبر خان دھخدا کی کوشش سے ۱۳۲۵ ھ. ش میں جاری ہوا ۔ اور۱۳۲۶ ھ. ش میں میرزا جہانگیر کے قتل پر ختم ہوا۔ صور اسرافیل کا وہ حصّہ پرکشش تھا جو «چرند پرند» کے عنوان سے شایع ہوتا تھا۔اس میں دھخدا عامیانہ فصیح زبان میں ہجو آمیز تنقیدی مضامین لکھتے تھے اور ان میں نچلے طبقات کے معاشرتی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی ۔ صور اسرافیل کا دوسرا دور محرم ۱۳۲۷ ھ.ش سے شروع ہوا اور ۱۵ صفر کو بند ہوگیا ۔ اس روزنامہ میں دھخدا کی



ایسی نظمیں شایع ہوئیں جن میں اروپائی رجحانات نمایاں تھے ۔

---

## مجلات

سب سے پہلا ادبی مجلہ «بہار» ہے ۔ جو ۱۳۲۱ ھ.ش میں جاری ہوا ۔ اس کے مدیر یوسف اعتصامی تھے ۔ اس رسالہ میں مشاہیر کے سوانح زندگی ، اخلاقی و اجتماعی مضامین ، افسانے ، نئی نظمیں اور یورپی اشعار کے ترجمے شایع ہوتے تھے ۔ بہار ایک سال جاری رہ کر بند ہوگیا ۔ ۱۳۲۹ھ ش میں پھر جاری ہوا ۔ یوسف اعتصامی سادہ رواں اور لیگنار زبان لکھتے تھے ۔ بعد میں اس اسلوب کا پھر رواج ہوا ۔ یورپی اشعار کی تقلید میں اکثر نئے شاعروں نے نئے موضوعات پر قطعات لکھے ۔

۱۳۳۶ھ .ش میں «دانشکدہ» کے نام سے ایک رسالہ جاری ہوا ۔ یہ رسالہ ایک انجمن ادبی کی طرف سے شائع ہوا تھا ، جس کا نام پہلے «جرگۂ دانشوری» تھا ۔ بعد میں اس کا نام «دانشکدہ» میں تبدیل کر دیا گیا ۔ اس رسالہ کی اشاعت کے مقاصد میں یہ بات بھی مندرج تھی کہ اساتذہ متقدمین کے اسلوب کا لحاظ بھی رکھا جائے اور زمانۂ جدید کے تقاضوں کو بھی مدّنظر رکھاجائے ۔ اس مجلّہ کے بانی ملک الشعراء بہار تھے ۔ اور اس میں عباس اقبال ، رشید یاسمی ، سعید نفیسی ، رضا کمال شہرزاد جیسے صاحب قلم حضرات کے مقالات چھپتے تھے ۔

ملک الشعراء نے ۱۳۴۱ھ.ش میں « نوبہار » کے نام سے ایک ہفت روزہ رسالہ جاری کیا ۔ اس میں بھی « بہار » کی طرح تاریخ و ادبیات ایران و فرانس اور مغربی ممالک میں انقلابات کے متعلق مضامین شائع ہوتے تھے ۔ یورپی افسانوں اور نظموں کے ترجمے بھی چھپتے تھے ۔ ان رسائل کی وجہ سے نوجوانوں کے ذوق پر کافی اثر پڑا ۔

۱۳۳۸ھ.ش میں مجلّہ «ارمغان» وحید دستگردی کی ادارت میں جاری ہوا اور سترہ سال تک شائع ہوتا رہا۔ اس رسالے میں شعر و سخن کے متعلق زیادہ توجہ دی جاتی تھی ۔

دیگر مشہور علمی ادبی رسائل میں «آئندہ» ، «مہر» ، «یادگار» ، «کاوہ» اور «ایرانشہر» کے نام لئے جا سکتے ہیں ۔

مجلّہ آئندہ ڈاکٹر محمود افشار کی ادارت میں نکلتا تھا ۔ اس میں سیاسی ، اجتماعی اور دیگر مختلف موضوعات پر مضامین شائع ہوتے تھے ۔ ایک حصّہ خواتین کے لیے مخصوص تھا ۔

مہر ادبی ، تاریخی ، علمی و اجتماعی ماہنامہ تھا ۔ اس کے مدیر و مؤسس سعید موقر تھے ۔ اس میں بلند پایہ علمی تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے ۔

«یادگار» عباس اقبال کی یادگار تھا ۔ اس میں بھی معاصر ادیب ، استاد اور محقق اپنے تحقیقی اور انتقادی مضامین شائع کرتے تھے ۔

مجلّہ کاوہ ، تقی زادہ نے ۱۹۱۶ء میں برلن سے شائع کیا ۔ یہ ہر پندرہ روز کے بعد شائع ہوتا تھا ۔ ۱۹۱۹ء تک سیاسی و انتقادی مضامین پر مشتمل تھا ، ۱۹۲۰ء سے اس میں علمی و ادبی موضوعات کا بھی اضافہ ہوگیا ۔ مجلہ ایرانشہر ۱۹۲۲ء میں برلن سے شائع ہوتا تھا جس کے مدیر حسین کاظم زادہ ایرانشہر تھے ۔

فارسی میں افکار نو اور اسالیب نو کو رواج دینے میں ان رسائل کا بڑا حصہ ہے ۔ حاکمانہ تشدد سنسر اور زبان و قلم کی پابندیوں کے زمانے میں نہ تو شاعر جی کھول کر نظم لکھ سکتا تھا اور نہ مقالہ نگار ہی علمی و تحقیقی مضامین میں بے باکی سے اپنی رائے کا اظہار کر سکتا تھا کیونکہ اس میں سیاسی مصلحتیں حارج ہوتی تھی ۔

اب علمی و ادبی رسائل کو آزادی حاصل ہے تاریخی اور ادبی موضوعات پر اچھے مضامین شائع ہوتے ہیں ۔ نظم و نثر میں نئے موضوعات دیکھنے میں آتی ہیں ۔ رسائل میں سے «یغما» ، «سخن» اور «مجلّہ دانشکدہ ادبیات ،تہران» ، «مجلہ دانشکدہ ادبیات، تبریز » ، «آموزش و پرورش» خاص شہرت رکھتے ہیں ۔

ہفت روزہ رسائل میں سے «تہران مصور» ، «اطلاعات ہفتگی» ، «آسیا جوان» اور «ترقی» قابل ذکر ہیں ۔

---

## تطہیر زبان

فارسی قدیم کے اسلوب کو تبدیل کرنے میں وطن پرستی اور قوم پرستی کے جذبات کا بھی کافی اثر ہوا ۔ کچھ لوگ ایسے بھی نکل آئے جو عربی الفاظ کو نکال باہر کرنے میں کوشاں تھے ۔ شاهنامہ اور گرشاسب نامہ کو نمونہ سمجھ کر خالص فارسی میں نثر لکھتے تھے ۔

نامۂ خسروان اور داستان ترکتازان ہند اس تحریک کی بنا پر خالص فارسی میں لکھی گیئں ۔ ایک شاعر نے لکھا ہے ۔

بیا کہ پاک الفبای مرزا ایران را ز عین و قاف ط ظ و صاد و ضاد کنیم

اس تحریک کو رواج دینے کے لئے ابوالقاسم خان آزاد نے ۱۹۰۶ء میں (علی اصغرحکمت نے «پارسی نغز» میں نامہ آزاد کا ذکر کیا ہے )، نامۂ پارسی کے نام سے ایک ہفت روزہ اخبار جاری کیا ۔ آئیتی نے "نمکدان" کے نام سے ایک ماہوار مجلہ شائع کیا جس میں فارسی سرہ کے عنوان کے تحت خالص فارسی میں نظمیں چھپتی تھیں ۔ امیری



کی «پیوستہ فرهنگ پارسی » اسی زمانے کی یادگار ہے ۔ اس میں عربی الفاظ کے معنی فارسی میں منظوم کئے گئے ہیں ۔ احمد کسروی نے زبان کی اصلاح اور عربی الفاظ و مصطلحات کو نکال باہر کرنے کے لئے عملی تجاویز پیش کیں ۔ اور « زبان فارسی » کے عنوان سے ایک رسالہ بھی لکھا ۔ ذبیح بهروز نے زبان کو آسان کرنے کے لئے بنیادی اصلاحات تجویز کیں اور فارسی رسم الخط کو آسان بنانے کے لئے خط و فرهنگ کودک وغیرہ اور نوشتن و خواندن در دو هفتہ لکھیں ۔ عربی زبان کے نقائص گنوانے کے لئے انہوں نے زبان ایران ، عربی یا فارسی کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور عربی زبان کی مشکلات اور پیچیدگیوں سے بحث کرکے عربی الفاظ کے اخراج کی تلقین کی ۔ ایک عربی فارسی لغت بھی مرتب کی ، جس میں عربی کے مقابل فارسی الفاظ بھی لکھے ہیں ۔ ان کے متبعین میں ڈاکٹر صادق کیا اور پروفیسر محمّد مقدم معروف ہیں ۔ بعض حلقوں سے اس تحریک کی مخالفت بھی ہوئی ہے ۔ اور زبان کے ماہروں نے اس تحریک کو زبان کے طبعی ارتقاء کے منافی سمجھا ہے ۔ علامہ محمّد قزوینی اور بہار جیسے محققوں نے معتدل راہ اختیار کرنا ہی مناسب سمجھا ۔ استاد عباس اقبال ، استاد بهمنیار ، اپنی تحریروں میں بے تکلف کثرت سے عربی الفاظ استعمال کرتے تھے اور اب ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کا طرز تحریر بھی انہی سے ملتا جلتا ہے ۔ ادبیات فارسی میں عربی الفاظ اس قدر سرایت کر چکے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ناخن کو گوشت سے جدا کرنا ہے ۔ اجتماعی ، اقتصادی مضامین اور فلسفہ و سیاست کی اصطلاحات کے لئے عربی الفاظ و مرکبات نہایت موزوں و مناسب تھے ۔ اس لئے صحافی اور ادیب اخبار و رسائل میں عربی الفاظ استعمال کرنے کے لئے مجبور ہوگئے ۔ آج کل عربی الفاظ مثلاً مجلس شورای ملّی ، وکیل ، مسئولیت ، تجدد ، استبداد ، قوہ مجریہ ، مشروطہ ، حقوق ملّی ، حقوق بین المللی انقلاب ، معارن وغیرہ ہر جگہ استعمال ہوتے ہیں ۔

---